

تفسیر جلالین

مولانا نورالرحمان ہزاروی

(عالم تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی)

”وہ کتابیں اپنے آباء کی.....“ کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع و مصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ مشہور تفسیر ”تفسیر جلالین“ کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ _____ (مدیر)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ تفسیر جلالین کی تالیف کرنے والے دو عظیم جلیل القدر ائمہ ہیں۔ ایک امام جلال الدین محلیؒ اور دوسرے امام جلال الدین سیوطیؒ۔ تفسیر کے تعارف سے پہلے دونوں حضرات کی مختصر سوانح حیات، علمی مقام و رتبہ اور مآثر علیہ قلمبند کیے جاتے ہیں، کہ کتاب کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس کے مؤلف کے علمی مقام و رتبہ سے ہی ہوتا ہے، پھر اصل تفسیر چونکہ امام جلال الدین محلیؒ کی ہے، امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس کا کلمہ لکھا ہے، نیز اول الذکر استاذ اور موخر الذکر شاگرد ہیں، اس لئے پہلے امام محلیؒ کے حالات زندگی قلمبند کیے جائیں گے۔ بعد ازاں امام سیوطیؒ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی جائیگی۔

امام محلیؒ کی سوانح حیات: امام محلیؒ جلیل القدر عالم، مفسر اور حد درجہ حجت ایمانی سے سرشار ایک بے نظیر عالم تھے۔ ان کا نام، نسب، لقب اور نسبت محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم جلال الدین محلیؒ ہیں، لقب اور نسبت سے زیادہ مشہور ہیں، شافعی المسلک تھے۔ مصر کے شہر ”المحلۃ الکبریٰ“ میں ۷۹۱ھ کو ان کی ولادت ہوئی، ۸۶۴ھ کے پہلے دن ہی ان کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً چوبتر (۷۴) برس تھی۔

فقہ، اصول فقہ، علم کلام، نحو، منطق وغیرہ تمام ضروری فنون پڑھے اور ان میں مہارت تامہ حاصل کی، فہم و ذکاوت میں یکتائے روزگار تھے، ان کے بعض معاصرین ان کی تعریف میں یہاں تک کہتے تھے کہ ان کا ذہن اس قدر تیز تھا کہ ہیرے میں سوراخ کر دے۔ وہ خود اپنے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ان کا ذہن غلط بات کو قبول نہیں کرتا، البتہ وہ کوئی چیز زبانی یاد نہیں کر سکتے تھے، ایک بار انہوں نے کسی کتاب کا ایک جزء زبانی یاد کیا تو ان کا پورا بدن حرارت سے بھر گیا۔ سلفی المشرب تھے، اس ضمن میں وہ عدیم الظہیر تھے، صلاح و تقویٰ کے اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شعار تھا۔ حق بات کہتے، اس سلسلے میں وہ ”لومۃ لائم“ سے ڈرتے نہ اُس کی پرواہ کرتے، بڑے بڑے ظالم و جاہر حکمرانوں کے سامنے بھی حق بات کہنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ مصلحت کوئی سے کام نہ لیتے۔ انتہائی مستغنی رہتے۔

آپ کو ”قاضی القضاة“ کے عہدہ کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اُسے ٹھکرا دیا۔ ”مدرسہ مؤیدیہ“ اور ”مدرسہ بروقیہ“ میں فقہ پڑھاتے تھے۔ آپ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا تھا۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے کبار اہل علم سے اکتساب فیض کیا۔ جن میں بدر محمود قصرائی، برہان بیجوری، شمس بساطی، علاء بخاری جیسے اہل علم شامل ہیں، انہوں نے ایک جماعت سے حدیث کا سماع بھی کیا۔ انہوں نے کئی مفید کتابیں تصنیف کیں، جو اختصار، تنقیح اور سلاست عبارت کا اعلیٰ شاہکار ہیں۔ ان کی تصانیف نے لوگوں میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی، ان میں سے چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں: ”شرح الوریقات“ اور ”البدنر الطالع فی شرح جمع الحوامع“۔ یہ دونوں کتابیں اصول فقہ میں ہیں۔ ”کنز الراغبین“ جو فقہ شافعی میں لکھی گئی کتاب ”المنہاج“ کی شرح ہے۔ ”الطب النبوی“، ”القول المفید فی النیل السعید“، ”الأنوار المضیة“، اور ”تفسیر الحلالین“ کا تقریباً آدھا حصہ (حسن المحاضرة: ۲۵۲/۱، شذرات الذهب: ۳۰۳/۷، الأعلام للزکلی: ۳۳۳/۵، الضوء اللامع: ۴۱۰۳۹/۷)

امام سیوطی کے حالات زندگی پر ایک نظر: امام سیوطی بلند پایہ مفسر، جلیل القدر محدث، آسمان فن رجال کے درخشندہ ستارہ تھے اور سرآمد روزگار عالم تھے، ان کی کنیت، نام، نسب، لقب اور نسبت ابو الفضل عبدالرحمن، کمال الدین، محمد جلال الدین سیوطی ہے۔ لقب اور نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے آباء و اجداد بغداد میں مقیم تھے اور امام سیوطی سے کم از کم نو پشت پہلے مصر کے ایک شہر ”اسیوط“ (جس میں ایک لغت ”سیوط“ بھی ہے) میں آکر آباد ہو گئے، اور اسی نسبت سے ”سیوطی“ کہلائے۔ (حاشیة الحمل علی الحلالین: ۵۱)

ان کی ولادت کیم رجب ۸۳۹ھ بروز اتوار بعد نماز مغرب قاہرہ میں ہوئی، جہاں ان کے والد ”مدرسہ شیخونہ“ میں فقہ کے استاد تھے۔ ۸۵۵ھ میں ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تب وہ پانچ برس سات ماہ کے تھے۔ ان کے والد نے ان کو ایک جماعت کی تحویل میں دے دیا تھا جن میں کمال بن ہمام کا نام قابل ذکر ہے۔ انہوں نے اس معصوم بچے کو اپنا متحنی بنالیا اور ان کی حفاظت و تربیت کا حق ادا کر دیا۔

آٹھ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم اور بہت سے متون زبانی یاد کر لئے، انہوں نے اپنے زمانہ کے نامور علماء اور ائمہ فن سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے شاگرد علامہ داؤد دینی نے ان کے شیوخ کی تعداد، اکیاون (۵۱) بتائی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سات علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر سے نوازا۔ زرکلی کہتے ہیں کہ میں نے ”المنہج البادية“ میں پڑھا کہ ان کا لقب ”ابن الکتب“ تھا۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ ان کے والد نے ایک مرتبہ ان کی والدہ سے ایک کتاب لانے کو کہا، وہ کتب خانے کے پاس پہنچیں تو دروازہ نے آیا اور وہیں کتابوں کے درمیان امام سیوطی کی ولادت ہوئی، جس سے ان کو ”ابن الکتب“ کہا جانے لگا۔ (الأعلام للزکلی: ۳۰۱/۳)

وہ فرماتے تھے کہ فقہ کے علاوہ باقی علوم میں وہ اپنے جملہ شیوخ سے فائق تھے۔ ان کے استاذ علامہ بلقھسی کی سفارش پر مدرسہ شیخونہ میں مدرس فقہ کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ ان کے والد بھی اسی عہدے پر تھے۔ ۸۹۱ھ میں انہیں ایک

اہم مدرسہ بھر سیرہ میں منتقل کیا گیا۔ جہاں وہ ۱۵، ۱۶ سال تک تشنگان علوم دینیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ پھر ۹۰۶ھ میں بعض وجوہ کی بناء پر انہوں نے اس مدرسہ سے علیحدگی اختیار کی، اور جزیرہ نیل کے ایک گوشہ ”روضۃ المقیاس“ میں خلوت نشین ہو گئے، اور وفات تک وہیں رہے۔

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ امام سیوطیؒ کو تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، بیان، بدیع، ادب، لغت، تاریخ، تصوف وغیرہ علوم و فنون میں انتہائی مہارت حاصل تھی اور ان میں سے تقریباً ہر فن میں ان کی کتاب موجود ہے، مگر علم تفسیر اور اس کے بعد علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم سے انہیں خاص شغف اور لگاؤ تھا، وہ خود فرماتے تھے: ”مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں، اگر مزید احادیث ملتیں تو انہیں بھی یاد کر لیتا“۔ قرآن کریم اور حدیث کی خدمت کا کوئی موقع انہوں نے اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس باب میں انہوں نے بیش بہا کتابیں تصنیف کیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) ترجمان القرآن فی التفسیر المسند للقرآن (۲) الدر المنثور فی التفسیر المأثور (۳) مفہمات القرآن فی مبہمات القرآن (۴) لباب النقول فی أسباب النزول (۵) تفسیر الجلالین کا کلمہ (۶) مجمع البحرین و مطلع البدرین (۷) التحبیر فی علوم التفسیر (۸) الإیتقان فی علوم القرآن (۹) معترك الأقران فی اعجاز القرآن

علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم میں بھی انہوں نے انتہائی مفید اور کارآمد کتابیں لکھیں، دیگر علمی فنون میں بھی انہوں نے شاہکار کتابیں تالیف کیں، ان کی تصانیف کی تعداد میں محققین کا اختلاف ہے۔ مستشرق محقق فلوجل (Flugel) نے اپنی کتاب ”Wiener Gohrb“ میں ان کی تعداد پانچ سو اکٹھ (۵۶۱)، مشہور مستشرق محقق بروکل مین نے چار سو پندرہ (۴۱۵)، استاز جمیل بک نے ”عقد الجواهر“ میں پانچ سو چھتر (۵۷۶) اور خیر الدین زریکلی نے ”الأعلام“ میں تقریباً چھ سو (۶۰۰) بتائی ہے۔

خود امام سیوطیؒ نے ”حسن المحاضرة“ میں اپنی کتب کی تعداد تین سو (۳۰۰) بتائی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تعداد ”حسن المحاضرة“ کی تالیف کے وقت تحریر کردہ کتب پر مشتمل ہو اور مزید کتابیں اس کے بعد لکھی گئی ہوں۔ ان کے شاگرد علامہ داودیؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے پانچ سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ یہ کتب مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور عوام الناس میں ان کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔ وہ سرعت تصنیف میں عدیم الظہیر تھے۔ ایک دن میں تین بڑے اجزاء تحریر کر لیا کرتے تھے۔ امام سیوطیؒ انتہائی متقی، صالح، صاحب کرامت، پاکدامن اور خوش اخلاق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استغناء کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا۔ کبھی سلطان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، کسی ضرورت کے سلسلے میں کسی امیر یا وزیر کے دروازہ پر نہیں گئے۔ ایک مرتبہ سلطان غوریؒ نے ان کیلئے بطور ہدیہ ایک ہزار دینار اور ایک غلام بھیجا، انہوں نے دینار واپس کر دیئے اور غلام قبول کر کے اُسے آزاد کر دیا اور حجرہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اُسے خادم مقرر کر دیا۔ امراء اور وزراء ان کی زیارت کیلئے آتے تھے اور ہدایا اور بخششیں دیتے جنہیں وہ رد کر دیتے۔ سلطان نے بارہا انہیں

نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر نہیں لکھی تھی، بلکہ امام سیوطیؒ نے اس کی تفسیر بھی لکھی۔ (کشف الظنون: ۲۳۶/۱)

حاجی خلیفہؒ سے یہاں دو وہم ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ انہوں نے از سورۃ البقرۃ تا اختتام سورۃ الإسراء کی تفسیر کو امام سیوطیؒ کا حصہ قرار دیا ہے۔ جبکہ سورۃ الکہف تا آخر سورۃ الناس کی تفسیر کو امام محلیؒ کا حصہ قرار دیا ہے۔ اور دوسرا وہم یہ ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر امام سیوطیؒ نے لکھی ہے۔

جہاں تک ان کی پہلی بات کا تعلق ہے تو وہ اس لئے صحیح نہیں کہ خود امام سیوطیؒ نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر سے پہلے مقدمہ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ انہوں نے ازل سورۃ البقرۃ تا آخر سورۃ الإسراء کی تفسیر لکھی ہے۔ جب کہ باقی حصے کی تفسیر امام محلیؒ نے لکھی ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ”هذا ما اشددت إليه حاجة الراغبين في تكملة تفسير القرآن الكريم الذي ألفه الإمام العلامة المحقق جلال الدين محمد بن أحمد المحلي الشافعي رحمه الله وتتميم ما فاتته. وهو من أول سورة البقرة إلى آخر الإسراء-----“ یعنی ”یہ ایسی کتاب ہے جس کی ان کی لوگوں کو سخت ضرورت ہے، جو قرآن کریم کی اس تفسیر کی تکمیل کے خواہشمند ہیں، جسے امام جلال الدین محلیؒ نے لکھا ہے، اور یہ ان سے پھوٹے ہوئے حصے یعنی از اول سورۃ بقرۃ تا اختتام سورۃ الإسراء کا حصہ ہے۔“ (تفسیر الحلالین: ص ۵)

اسی طرح سورۃ الإسراء کی تفسیر کے اختتام پر انہوں نے فرمایا۔ ”هذا آخر ما كملت به تفسير القرآن الكريم“ یعنی ”یہ قرآن کریم کی تفسیر (جو امام محلیؒ نے شروع کی تھی) کے کلمہ کا اختتام ہے۔“ (تفسیر الحلالین: ص ۲۴۰)

اسی طرح صاحب ”کشف الظنون“ کی یہ بات بھی صحیح نہیں کہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر امام سیوطیؒ نے لکھی ہے۔ خود امام سیوطیؒ نے مقدمہ تفسیر میں امام محلیؒ سے چھوٹا ہوا حصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ”هو من أول سورة البقرة إلى آخر الإسراء.“ (تفسیر الحلالین: ص ۵) اس عبارت سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ البقرۃ تا آخر سورۃ الإسراء کی تفسیر امام محلیؒ سے رہ گئی تھی، باقی حصہ جس میں سورۃ الفاتحہ بھی شامل ہے کی تفسیر انہوں نے خود کی ہے، حاجی خلیفہؒ کے اس دعوے کی تردید شیخ سلیمان الجملؒ کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے: ”وأما الفاتحة ففسرها المحلي، فجعلها السيوطي في آخر تفسير المحلي لتكون متضمنة لتفسيره.“ یعنی ”سورۃ الفاتحہ کی تفسیر امام محلیؒ نے لکھی ہے، پھر امام سیوطیؒ نے اسے امام محلیؒ کے حصہ تفسیر کے آخر میں ملحق کر دیا تاکہ یہ ان کے حصہ تفسیر کے ضمن میں آجائے۔“ (حاشیۃ الحمل علی الحلالین: ۷/۱)

اسی طرح سورۃ الناس کی تفسیر کے اختتام پر انہوں نے لکھا: ”فبعد أن ختم الجلال المحلي هذا النصف الأخير شرع في تفسير النصف الأول وأوله سورة الفاتحة..... ثم إنه لما فرغ من سورة الفاتحة اختتمه المعنية، فقبض الله تلميذه الجلال السيوطي لتتميم تفسير شيخه، فابتدأ بأول سورة البقرة و ختم سورة الإسراء.“ یعنی ”نصف اخیر کی تفسیر سے فراغت پانے کے بعد امام محلیؒ نے نصف اول، جس کا آغاز سورۃ الفاتحہ

اسی طرح قول باری تعالیٰ: "قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ... کاشان نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا: نزول لَمَّا قَالُوا مَا نَعْبُدُ الْأَصْنَامَ إِلَّا حِبَالٌ لَيْقَرٌ بُونَا إِلَيْهِ: قُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُبْسِكُمْ... یعنی "یہود و نصاریٰ نے جب کہا ہم بتوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے پوجتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی "اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ یعنی تم کو ثواب دے گا۔ (تفسیر الجلالین: ص ۶۶)

اس کے علاوہ آیات کی ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے بالکل مربوط ہو جاتی ہیں۔ آیت میں ظرف یا جار مجرور ذکر ہوا ہو اور اس کا متعلق محذوف ہو تو وہ متعلق بھی بیان کر دیتے ہیں یا آیت میں معمول مذکور ہو اور عامل محذوف ہو تو اُسے بھی بیان کرتے ہیں۔ فعل یا شبہ فعل کا معنی مفعول مطلق یا ظرف کے بغیر تام نہ ہوتا ہو تو اُس محذوف مفعول، ظرف یا متعلق کو بھی ذکر کرتے ہیں یا شرط مذکور ہو اور اُس کی جزاء محذوف ہو یا اُس کا عکس ہو تو وہ محذوف جزاء یا شرط کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ آیت میں مذکور لفظ عام ہو اور اُس کا مصداق خاص ہو یا لفظ کے حقیقی معنی کچھ اور مرادی معنی کچھ اور ہوں تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ بقدر ضرورت مختلف قراءتوں، ناخ منسوخ، آیت کے مفردات اور جملوں کی اعرابی حیثیت اور کبھی کبھار افعال و مشتقات کی صرفی تعلیل کو بھی بیان کرتے ہیں۔ نیز کسی لفظ کی اصل بھی بسا اوقات بیان کرتے ہیں۔ آیات احکام میں مذکور فقہی مسائل پر بھی انتہائی مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہیں۔ خود امام سیوطی نے مقدمہ تفسیر میں جلالین کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"على نمطه من ذكر ما يفهم به كلام الله والا اعتماد على أرحح الأقوال، وإعراب ما يحتاج إليه، والتنبيه على القراءات المختلفة المشهورة على وجه لطيف و تعبیر و جيزو ترك التطويل بذكر أقوال غير مرضية و أعراب محلها كتب العربية....."

"یعنی" تفسیر کا یہ تکرار امام محلی کی لکھی گئی تفسیر کے طرز پر ہے۔ اس میں صرف اُن ضروری امور کا بیان ہے جس سے کلام الہی کو سمجھنے میں مدد ملے۔ تمام تفسیری اقوال میں جو راجح تر قول ہے اس پر اعتماد کیا گیا ہے۔ بقدر ضرورت لفظ اور جملے کی ترکیبی حیثیت کی وضاحت اور مختلف مشہور قراءتوں پر تنبیہ کی گئی ہے، مرجوح اور ناپسندیدہ اقوال اور غیر ضروری اعرابی مباحث جن کا اصل مقام کتب عربیہ ہیں، سے بالکل اعراض کیا گیا ہے۔ نیز ان امور کے بیان میں انتہائی اختصار سے کام لیا گیا ہے، بے جا تطویل سے احتراز کیا گیا ہے۔ (مقدمہ تفسیر الجلالین: ص ۴)

تفسیر جلالین کا مرتبہ: تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر کے تعارف کے ذیل میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ تفسیری کتب سات اقسام سے خارج نہیں، اب تفسیر جلالین کس قسم میں داخل ہے۔ تو تفسیر کے حقیقی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر جلالین

تفسیر بالرأی اور تفسیر بالمستقل دونوں کا حسین امتزاج ہے۔ البتہ تفسیر بالرأی کا رنگ اس پر غالب ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر حسین ذہبی نے ”التفسیر و المفسرون“ میں اسے ان تفاسیر کے ذیل میں شمار کیا ہے، جو تفسیر بالرأی کے قبیل سے ہیں۔ بعض حضرات نے تفسیری کتب کی ایک اور تقسیم بھی ذکر کی ہے۔ اس تقسیم کے مطابق تفسیری کتب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) اول نہایت مختصر اور وجیز جیسے تفسیر جلالین، کہ اس کے متن اور تفسیر کے الفاظ تقریباً برابر ہیں، اسی طرح علامہ ابن جوزیؒ کی ”زاد المسیر“ و احدیؒ کی ”الوحیز“ رازیؒ کی ”تفسیر واضح“ اور ابو حیانؒ کی ”الشہیر“ بھی اس پہلی قسم میں داخل ہے۔

(۲) دوسرے اوسط درجے کی تفسیر جیسے قاضی بیضاویؒ کی ”انوار التنزیل“ ”مکشاف“ ”مدارک“ ”تفسیر قرطبی“ وغیرہ۔

(۳) تیسرے مبسوط و مفصل جیسے امام رازیؒ کی تفسیر کبیر، تفسیر امام راغب اصفہانیؒ اور تفسیر العلامیؒ کی چالیس جلدیں۔

اس کے علاوہ بعض حضرات نے ایک اور تقسیم بھی بیان کی ہے، جس کے مطابق کتب تفسیر تین اقسام کی ہیں۔

(۱) صرف روایات و نقلیات پر مشتمل ہو۔

(۲) صرف درایات و عقلیات پر مشتمل ہو۔

(۳) روایات، درایات دونوں کی جامع ہو۔ یہ تیسری قسم سب سے اعلیٰ ہے۔ تفسیر جلالین کا اسی تیسری قسم میں شمار ہوتا ہے۔

دونوں حضرات کی تفسیری اسلوب و انداز میں یکسانیت: پہلے ہم عرض کر آئے ہیں کہ سورۃ فاتحہ سمیت نصف

اخیر کی تفسیر امام جلال الدین محلیؒ کی تحریر کردہ ہے۔ یہ حصہ انہوں نے نہایت مختصر، دلکش اور عمیق عبارت میں تحریر کیا ہے۔

بعد ازاں امام جلال الدین سیوطیؒ ان کے نقش قدم پر چلے اور اختصار اور معنویت میں ان سے سر مو اختلاف بھی نہ کیا۔

بلکہ انہوں نے اپنے پیش رو امام محلیؒ سے زیادہ اختصار کا اہتمام کیا، چنانچہ آگے ”لطیفہ“ کے عنوان کے تحت ہم اس کا

ذکر کریں گے، غرض انہوں نے تفسیر کو زیادہ وسعت نہ دی۔ اس لئے کہ انہوں نے تفسیر کو اسی طرز و انداز پر پایہ تکمیل تک

پہنچانے کا التزام کیا تھا، جیسا کہ وہ خود مقدمہ میں واضح کرتے ہیں۔ امام سیوطیؒ نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ

تفسیر کے نکلنے میں انہوں نے امام محلیؒ کی تفسیر سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح آیات متشابہات کی تفسیر میں بھی انہوں نے

امام محلیؒ کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے اعلیٰ طرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ امام جلال الدین محلیؒ کی تحریر کردہ

تفسیر میری تفسیر سے مقابلہ میں بدرجہا افضل ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ”و هو فی الحقیقة مستفاد من

الكتاب المکمل، و علیہ فی الآی المتشابہة الاعتماد و المعول۔“ (تفسیر الحلالین: ص ۲۴۰)

اس میں شک نہیں کہ تفسیر جلالین کا قاری دونوں ائمہ کی تحریر میں نمایاں فرق و امتیاز محسوس نہیں کر سکتا، اس کی حد یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے مختلف گوشوں میں سے کسی گوشہ میں بھی کوئی مخالفت نظر نہیں آتی۔ البتہ بعض مقامات میں قدرے اختلاف محسوس ہوتا ہے، مگر ان کی تعداد دس تک بھی نہیں پہنچتی۔

ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ امام محلی نے سورۃ ص میں ”روح“ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”جسم لطیف یحییٰ بہ الإنسان بنفوذہ فیہ۔“ یعنی ”روح ایک لطیف جسم ہے، جس کے نفوذ کے باعث انسان زندہ ہے۔“ (تفسیر الحلالین: ص ۳۸۴) امام سیوطی نے سورۃ الحجر کی تفسیر میں روح کی اس تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: ”قل الروح من امر ربی“ سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے، لہذا اس کی تعریف سے اجتناب ہے۔ (تفسیر الحلالین: ص ۲۱۲)

اسی طرح سورۃ حج میں امام محلی نے ”الصائبون“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”طائفة منهم“، یعنی یہ یہود کا ایک فرقہ ہے۔ (تفسیر الحلالین: ص ۲۸۰) امام سیوطی نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ”طائفة من اليهود أو النصارى“، یعنی ”یہ یہود و نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے“ (تفسیر الحلالین: ص ۱۱) امام سیوطی نے یہاں ”نصاریٰ“ کا اضافہ کیا ہے۔ غرض یہ کہ دونوں مفسرین میں اس قسم کا معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔

لطیفہ! پہلے کئی باری بات گذر چکی ہے کہ تفسیر جلالین انتہائی مختصر ترین تفسیر ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ ایک یمنی عالم کہتے ہیں: ”عددت حروف القرآن و تفسیرہ للجلالین، فوجدتہما متساویین إلى سورة المزمل، ومن سورة المدثر التفسیر زائد علی القرآن، فعلی هذا یحوز حملہ بغیر الموضوع۔“ یعنی ”میں نے قرآن کریم اور تفسیر جلالین کے حروف گنے تو سورۃ المزمل تک دونوں کو یکساں پایا اور سورۃ المدثر سے لے کر آخر قرآن تک تفسیر کے حروف زائد نکلے۔ بنا بریں اسے بغیر وضوء اٹھانا درست ہوگا۔“ (کشف الظنون: ۲۳۶/۱) اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام سیوطی نے اپنے پیش رو کے مقابلہ میں اپنے حصہ تفسیر میں اختصار کا زیادہ اہتمام کیا ہے۔ (جاری ہے)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خواب

چار رکعت کی نماز میں جب دوسری رکعت پر بیٹھے ہیں تو صرف التحیات پڑھی جاتی ہے درود نہیں پڑھا جاتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے دوسری رکعت کے قعدہ میں التحیات کے بعد اللہم صلی علی محمد تک پڑھے تو اس پر جرحہ ہو واجب ہو جاتا ہے، اس کے متعلق امام صاحب کا ایک لطیفہ منقول ہے، اور وہ یہ کہ: ”ایک مرتبہ امام صاحب نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: ”جو شخص مجھ پر درود پڑھے تم اس پر جرحہ ہو کو کیسے واجب کہتے ہو؟“ امام صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا ”اس لیے کہ اس نے آپ پر درود بھول کر پڑھا ہے۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام صاحب کے اس جواب کو پسند فرمایا۔

(مراسلہ: ابوالفضل)